یقیں مردِ مسلماں کا

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب

موجودہ حالات اہلِ اسلام کے لیے مشکل اور آزمائش طلب ہیں۔ ہر طرف خونِ مسلماں کے چھینٹے نظر آ رہے ہیں۔ دشت لیلی، قلعہ جنگی، قندوز، قندھار، بصرہ، نجف، کربلا اور بغداد کی ابوغریب جیل سے لے کر فلسطین، احمد آباد، گجرات، کشمیر، چیچنیا تک ظلم وستم کا بازار گرم ہے۔ ابوغریب جیل کیا ہے؟ حقوق انسانیت کے نعرے لگانے والوں کی دہشت کا منہ بولتا ثبوت ہے، جہاں اسلام کے سپوتوں کو ان دردناک مظالم کا سامنا ہے کہ دل کی دنیا لرز جاتی ہے، جہاں معصوم جگر گوشوں کو اُن کی ماؤں کے سامنے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا اور انھیں جلایا جاتا ہے۔ جہاں نوجوانوں کو برہنہ کر کے اُن کے اُوپر اس انداز سے ظلم کیا جاتا ہے کہ انسانیت کا سر شرم سے جھک جھک جاتا ہے۔

ان بین الاقوامی سرکشوں کا دوہرا معیار دیکھیے کہ ایک طرف ان کے ہاتھ معصوم بچوں، عفت مآب خواتین اور بے ضرر انسانوں کے خون سے آلودہ ہیں اور دوسری طرف وہ پورے زور وشور سے انسانی حقوق کا طبل بجا رہے ہیں، ان سرکشوں نے افغانستان میں آگ برسائی اور عراق کی اینٹ سے اینٹ بجائی لیکن آج تک وہ اپنے اس ظلم، اس جبر اور ان حملوں کے جواز کی وجہ دنیا کے سامنے نہیں لا سکے، جنگل کے قانون کے اس دور میں کون ہے جو طاقت ور سے اس کی طاغوتی کارروائیوں کا سبب پوچھ سکے۔

دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کے جبر وظلم کی یہ داستانِ دل خراش، خرمنِ قلب ودماغ پر بجلی بن کر گرتی ہے اور ایک حساس مسلمان کا دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے، لیکن ان تمام مصائب، تنزل، مشکلات اور انحطاط کے باوجود ایک مؤمن کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، حالات کے جبر سے اس کا ایمان متزلزل نہیں ہونا چاہیے اور مخالف سمتوں سے چلنے والی منہ زور آندھیوں میں اس کا چراغِ یقین بجھنا نہیں چاہیے، اسلام قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے دین برحق ہے، یہ نہ مٹا ہے، نہ مٹ سکے گا۔

تاریخ اسلام میں طاغوتی اور جابرانہ قوتوں کی سرکشیوں کے خونچکاں مناظر قدم قدم پر بکھرے پڑے ہیں، ساتویں صدی ہجری کے تاتاری عفریت کے دل خراش مظالم کو کون بھلا سکتا ہے، صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کی فتح وشکست میں آگ وخون کے آزردہ رنگ ایام کیسے بھلائے جا سکتے ہیں، یہاں چپے چپے پر شہادتیں ہیں، قربانیاں

ہیں، سرفروشوں کی داستانیں ہیں، ایثار وہمدردی کے پیکر ہیں اور دین کے بلند مقصد اور ارفع واعلیٰ منزل کی راہ میں جانیں تج دینے والے معمارانِ ملت کے سنہرے کردار ہیں، حالات آتے اور جاتے رہتے ہیں۔ زمانہ نئی کروٹیں لیتا ہی رہتا ہے، تہذیبیں بنتی بگڑتی رہتی ہیں لیکن دین اسلام لوحِ ایام پر ثبت رہا اور ثبت رہے گا، یہ دین مٹنے کے لیے نہیں، انسانوں کو بنانے اور ظلم کو مٹانے کے لیے آیا ہے، یہ انسانیت کے ماتھے کا جھومر ہے، اسلام نے ہی انسانوں کو زندگی گذارنے کی پرامن راہیں دکھائیں، انسانیت کو وحشتوں سے اسلام ہی نے نکالا اور اسے تہذیب وشائستگی، امانت ودیانت، احترامِ آدمیت وصداقت کے اعلیٰ معیار سے آشنا کیا، اسلام نے صرف انسانوں ہی کے نہیں، جانوروں کے حقوق بھی بتائے اور سکھائے، اسلام ہی نے انسان کو اس کے مقام اور اس کے اصل کام سے آگاہ کیا، اسے اس کا مقصدِ تخلیق بتلایا۔

آج جو قومیں اسلام کو دہشت گردی، انتہا پسندی اور بنیاد پرستی سے نتھی کر رہی ہیں، ان کے پاس خیر وبھلائی کا جو کچھ سرمایہ ہے، وہ اسلام ہی کا رہینِ منت ہے، ان قوموں نے جہاں جہاں اسلامی تعلیمات کو اپنی قومی اور انفرادی زندگی میں اپنایا، وہاں وہاں یہ کامیاب ہیں اور جہاں اپنے عقل کے تراشیدہ فلسفے پر چلے، وہاں تباہ وبرباد ہیں۔

افسوس کہ مسلمانوں کی اکثریت نے ان اسلامی تعلیمات کی قدر نہیں کی، ان کے زوال وادبار کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے، ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی بلیغ اسلوب میں عصر حاضر کے ان حالات کی طرف اپنی ایک حدیث میں اشارہ فرمایا ہے، ارشاد نبوی ہے:

”یوشك أن تداعی علیكم الأمم كماتداعی الأكلة الیٰ قصعتها، فقال قائل: أومن قلة نحن یومئذ قال: لا، بل أنتم یومئذ كثیرون: ولكنكم غثاء كغثاء السیل ولینزعن اللّٰه من صدور عدوكم المهابة ولیقذفن اللّٰه في قلوبكم الوهن“ فقال قائل: یارسول اللّٰه، وما الوهن؟ قال: حب الدنیا و كراهیة الموت“

”قریب ہے کہ قومیں تمہارے خلاف ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جیسے کھانے والے ایک دوسرے کو کھانے کی طرف بلاتے ہیں، کسی نے دریافت کیا: کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا نہیں، تعداد میں تم بہت ہوگے لیکن تم لوگ سیلاب کی جھاگ کے مانند ہوگے، اللہ پاک تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں وھن ڈال دے گا، کسی نے کہا، یارسول اللہ! وھن کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، دنیا کی محبت اور موت سے نفرت!“

اس حدیث مبارک کا لفظ لفظ آج کے حالات پر صادق آتا ہے، آج ہمارے دل مرعوب ہیں، جو کام ہمیں کرنا

ہے، اس سے ہم غفلت برت رہے ہیں، کام چوری اور وقت چوری مسلمان معاشرے کا جز بن چکی ہے، تجارت میں دیانت وصداقت کے اسلامی حکم کو ہم نے تیاگ دیا ہے، ذاتی مفاد کو قومی مفاد پر ترجیح دینے کی وبا بھی ہمارے ہاں عام ہے، نئے زمانے کی نئی ضرورتوں کے لیے بھی ہم نے وہ مساعی اختیار نہیں کیں جو ہمیں کرنی چاہیے، اپنے دفاع کے لیے جس تیاری اور ''اعداد'' کا ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے، اس کی تعمیل بھی ہم نے نہیں کی، ہمارے سرمائے اور ہماری دولت سے غیروں کے بینک آباد ہیں، ہمارے وسائل سے وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں، ہمارا تیل ان کے قبضہ میں ہے اور ہماری ساری زرخیزی پر ان کی عیاشیوں کے محلات کھڑے ہیں، یہ تو وہی بات ہوئی کہ:

تمام پیڑ جلا کے خود اپنے ہاتھوں سے
عجب لوگ ہیں سایہ تلاش کرتے ہیں

لیکن ان سب کے باوجود مایوس نہ ہوا جائے، ساری خرابیوں اور کوتاہیوں کے باوجود ایمان ویقین وہ دولت ہے جس کا مقابلہ کوئی تہذیب، کوئی ترقی، کوئی ٹیکنالوجی نہیں کرسکتی، بس ذرا ایمان کی مضبوطی واستحکام کی طرف توجہ دی جائے، ذرا اپنے اعمال کی اصلاح کی فکر کی جائے، ذرا چھوڑی ہوئی اسلامی تعلیمات کو زندہ کیا جائے، ذرا اعداد وتیاری کے اس حکم کی تعمیل میں سرگرمی دکھائی جائے جو قرآن کریم میں بھی ہے اور جگہ جگہ احادیث میں بھی ہے، پھر دیکھئے راہیں از خود کھلتی چلی جائیں گی، ترقی کی راہیں اور نشاۃ ثانیہ کی راہیں!

گمان آباد ہستی میں یقین مردِ مسلمان کا
بیابان کی شب تاریک میں قندیل رہبانی

☆☆☆

ایک مسلمان کا مقصدِ حیات

مسلمانوں کی زندگی کی اصل ساخت یہی ہے کہ یا تو اسلام کی دعوت اور عملی جدوجہد میں مشغول ہوں یا اس دعوت وعملی جدوجہد میں حصہ لینے کا عزم اور شوق رکھتا ہو، مطمئن شہری اور محض کاروباری زندگی اسلامی زندگی نہیں اور کسی طرح بھی یہ ایک مسلمان کا مقصد حیات نہیں ہوسکتا، جائز مشاغل زندگی، جائز وسائل معیشت ہرگز ممنوع نہیں بلکہ نیت واجر طلبی کے ساتھ عبادت وقرب الٰہی کا ذریعہ ہے مگر جب یہ سب دین کے سائے میں ہوں اور صحیح مقاصد کا وسیلہ ہوں نہ کہ خود مقصود بالذات۔

فرمودات: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ